THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, December 17, 2012
(88th Session)
Volume XII, No.04
(Nos.01-07)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran....…………...…….	1
2.	Leave of Absence ………………………………..	2
3.	Passage of Commenced Resolution:	
	• Establishment of Shelter Houses for Senior Citizens…………………………..	3-19
4.	Resolution:	
	• Establishment of Institute for Boarding and Lodging of Children of Unknown Parentage in Islamabad Capital Territory.	20-32
5.	Point of Order:	
	• Admissibility of Adjournment Motion Concerning Governor Punjab's Statement Against 18th Amendment…….............	33-36

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume XII SP. XII(04)/2012
No.04 15

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, December 17, 2012

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty one minutes past four in the evening with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair.

Recitation form the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ
اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفٰسِقِيْنَ ۝٢٤

ترجمہ: (اے نبی مکرم!) آپ فرما دیں: اگر تمہارے باپ (دادا) اور تمہارے بیٹے (بیٹیاں) اور تمہارے بھائی (بہنیں) اور تمہاری بیویاں اور تمہارے (دیگر) رشتہ دار اور تمہارے اموال جو تم نے (محنت سے) کمائے اور تجارت و کاروبار جس کے نقصان سے تم ڈرتے رہتے ہو اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکمِ (عذاب) لے آئے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(سورۃ التوبۃ: آیت 24)

Mr. Chairman: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Leave applications.

Leave of Absence

جناب چیئرمین: میاں رضا ربانی صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 13 اور 14 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب اسلام الدین شیخ صاحب ناسازی طبیعت کی بنا پر مورخہ 14 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عثمان سیف اللہ صاحب بعض مصروفیات کی بنا پر مورخہ 12 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب مشاہد اللہ خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 14 دسمبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب ہری رام صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 17 اور 18 دسمبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: We may now take up Item No. 2. Senator Col (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi may move the motion. Not present. We may now take up Item No. 3. Senator Muhammad Talha Mehmood may move the motion. Not present. Dropped. We may now take up Item No. 4 of Senator Shahi Syed. Not present. Dropped. We may now move Item No. 5. Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi may move the Item No. 5. Not present. Dropped. We may now move Item No. 6. Senator Muhammad Talha Mehmood may move the motion. Not present. Dropped. We may now take up Item No. 7. Commenced motion regarding consideration of the resolution moved by Mr. Karim Ahmed Khawaja on 19th November, 2012. Who would speak,

خواجہ صاحب! آپ بات کریں گے؟

Passage of Commenced Resolution: Establishment of Shelter Houses for Senior Citizen

Senator Karim Ahmed Khawaja: Yes Mr. Chairman;

> "This House recommends that the government may establish shelter houses for senior citizens".

جناب والا! پاکستان کی آبادی بڑھ رہی ہے اور اس بڑھتی ہوئی آبادی کے ساتھ ساتھ ہمارے بوڑھے لوگوں کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہیں۔ اب چونکہ globalization کا دور ہے، لوگ rural areas سے urban areas میں transfer ہو رہے ہیں۔ اس لیے مسائل بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ پاکستان کے آئین میں ہے کہ ہر شہری کی چاہے وہ بچہ ہو یا بوڑھا، اس کی care کرنی ہے۔ جناب والا! ہمارے آئین میں بھی یہ provision ہے اور قائداعظم محمد علی جناح صاحب نے عوام کے لیے یہ ملک بنایا ہے جس میں ہر عمر اور ہر طبقے کے لوگوں کے لیے گنجائش موجود ہے۔ موجودہ situation میں جب globalization ہو رہی ہے اور family system ٹوٹ رہا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کو shelter houses میں بھیج دیں مگر ایسے لوگ ہیں جن کے بچے نہیں ہیں، ایسی عورتیں ہیں جن کا کوئی بھی آسرا نہیں ہے، ایسے بوڑھے حضرات ہیں جنھوں نے شادیاں نہیں کیں تو

بڑھاپے میں وہ در بدر ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اسلام میں یہ بتایا گیا ہے کہ اولاد نے اپنے والدین کی دیکھ بھال کرنی ہے لیکن جن لوگوں کے پاس یہ سہولیات نہیں ہیں ان کے لیے حکومت کو چاہیے کہ وہ shelter houses بنائے۔آج کل ساری دنیا میں یہ system چل رہا ہے۔ Social welfare state کا concept ہمارے اپنے مذہب کا ہے لیکن انہوں نے اسے adopt کیا ہوا ہے۔ میری گزارش ہو گی کہ ان حالات میں جب معاشرے میں تضادات بڑھتے جارہے ہیں، معاشرے میں ایسے کمزور طبقات کے لیے مسائل بڑھتے جا رہے ہیں، ہم اس کو ابتدائی طور پر اسلام آباد میں model کے طور پر شروع کریں اور اگر 18th Amendment میں گنجائش ہے تو پھر تمام صوبوں میں اسے شروع کریں ورنہ اسے ایک جگہ شروع کرکے اس کی copy کرکے صوبوں میں بھی شروع کرسکتے ہیں۔

جناب والا! بزرگ حضرات اور بوڑھی عورتیں جو ضرورت مند ہوتے ہیں، وہ یہ سہولتیں afford نہیں کرسکتے، وہ بیماری اور مفلسی کی حالت میں انتقال کرجاتے ہیں، ان کے لیے Shelter houses بننے چاہییں میری گزارش ہے کہ اس Resolution کو پاس کریں، لوگوں کے لیے shelter houses بنائے جائیں یہ ہمارے ملک پاکستان کے لئے بھی فائدہ مند ہے۔ Thank you very much.

Mr. Chairman: Thank you, Saeed Ghani *Sahib*.

سینیٹر سعید غنی: جناب چیئرمین! بہت بہت شکریہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کا یہ Resolution بہت important ہے۔ آج بھی میں کسی ٹی وی پر ایک رپورٹ دیکھ رہا تھا، ہمارے ملک کے بہت سارے بزرگ ایسے ہیں جو سڑکوں پر رہ رہے ہیں اور اپنی زندگی بڑی مشکل سے گزار رہے ہیں۔ میرا خیال ہے initially اگر ملک کے دس بڑے شہروں میں ہی shelter house بنا کر اس منصوبے کا آغاز کیا جائے اور اس کے بعد ہمارے ملک کے تمام اضلاع میں کم از کم ایک ضرور ہو تاکہ وہ بزرگ جو سڑکوں پر پڑے ہیں اور جو کام کرنے کی سکت نہیں رکھتے اور ان کے پاس وسائل بھی نہیں جس سے اپنی زندگی گزار سکیں، حکومت کی ذمہ داری بھی ہے کہ ایسے بزرگوں کا خیال رکھا جائے اور senior citizens کی دیکھ بھال کی جاسکے۔ یہ بڑی اہم قرارداد ہے اور اس کو ہمیں seriously لینا چاہیے۔ Thank you.

جناب چیئرمین: ڈاکٹر سعیدہ اقبال صاحبہ۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: میں ڈاکٹر کریم خواجہ کی Resolution کو support کرتی ہوں مگر اس کے ساتھ ساتھ Advisor on Human Rights کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ ہم نے Women Shelter Homes اس ملک میں بنائے ہیں جن میں سے ایک اسلام آباد کے اندر بھی واقع ہے اور آپ اس سے واقف ہیں۔ اس کی بہت بری حالت ہے اور کوئی اس کی طرف توجہ نہیں دے رہا۔ اس کے تمام ملازمین عارضی ہیں۔ وہاں بے شمار posts vacant پڑی ہیں اور ان کو پورا راشن تک نہیں مل رہا۔ ہم نے اپنی طرف سے کوشش کی کہ وہ ملازمین مستقل کیے جائیں اور ان کے لیے پارلیمنٹ یا حکومت کی کوئی کمیٹی بنے مگر ان کو این جی او کی صوابدید پر چھوڑا ہوا ہے اور این جی او کی کمیٹی اس کو چلاتی ہے۔ اس کے اتنے برے حالات ہیں۔ اگر ہم اس طرح کے ادارے بناتے جائیں اور ان کے لیے کوئی صحیح نظام نہ بنے تو پھر فائدہ نہیں ہوگا۔ ہم ضرور old people homes بنائیں مگر ان کے ایسے حالات نہ ہوں جو یہاں کے women shelter homes کے ہیں اور جو اب ہماری لیڈر کے نام سے منسوب ہو کر بے نظیر وومن سنٹر کہلاتے ہیں ان کی حالت زار کو بھی بہتر بنایا جائے۔

Mr. Chairman: Thank you, Kamil Ali Agha *Sahib*.

سینیٹر کامل علی آغا: شکریہ، جناب چیئرمین! کریم خواجہ صاحب نے ایک بہت اچھی تجویز دی ہے۔ میں صرف یہ چاہوں گا کہ اس قرارداد کو amendment کے ساتھ پاس کیا جائے اور حکومت سے یہ کہا جائے کہ وہ باقاعدہ اس کے متعلق legislation لے کر آئے۔ اس سسٹم کو حکومتی سرپرستی کے ساتھ اور باقاعدہ budgetary provision کے ساتھ چلایا جائے۔

جناب چیئرمین! پرائیویٹ لوگوں نے اس ضمن میں کافی کوشش کی ہے، لاہور میں بھی اور کراچی میں بھی۔ میں نے پچھلے دنوں سنا تھا کہ راولپنڈی میں بھی ایک بہت اچھا old age shelter house بنایا گیا ہے اور کامیابی سے چل رہا ہے، جیسے میری بہن نے یہ کہا کہ اسلام آباد میں یہ درست طریقے سے نہیں چل رہا ہے تو میرے خیال میں جب حکومتی سطح پر اس کو سرپرستی حاصل ہو گی اور اس کی باقاعدہ monitoring ہو گی اور اس کے لئے budget provision بھی موجود ہو گی تو شاید یہ کامیابی سے چل سکے۔ واقعی اس کی ہمارے معاشرے کے لیے ضرورت ہے اور پاکستان کے اندر جتنی frustration ہے اور ہماری معاشرتی برائیاں اس میں شامل ہو چکی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی

بنیادی وجہ بے روزگاری بھی ہے اور مہنگائی بھی ہے کہ ہمارے کنبے ٹوٹ رہے ہیں، خاندان ٹوٹ رہے ہیں، بکھر رہے ہیں اور اس میں بزرگ لوگ بہت ignore ہو رہے ہیں۔ وہ پاکستانی ہیں اور ان کا پاکستان پر حق ہے، ہم پر حق ہے۔ اس لیے اس کو سرپرستی حاصل ہونی چاہیے اور with legislation ہونی چاہیے۔ شکریہ جی۔

جناب چیئرمین: صغریٰ امام صاحبہ ہیں نہیں ہیں مگر ان کا بٹن دبا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے ثریا امیرالدین صاحبہ نے دو بٹن دبا دیے ہیں۔ جی ثریا امیرالدین صاحبہ۔ کامل علی آغا صاحب!

If you intend to move an amendment, have a consultation with the mover and have a discussion with him, if you want to move it.

سینیٹر ثریا امیرالدین: شکریہ جی، کریم خواجہ صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے میں اس کو fully support کرتی ہوں اور specially میں بلوچستان کے حوالے سے بات کروں گی کہ بلوچستان ایک غریب صوبہ ہے۔ وہاں جو ضعیف اور بزرگ ہیں ان کی حالت تو بہت ہی خستہ ہے۔ ان کے لیے Benazir Crisis Centres بنائے گئے ہیں جو تعداد میں پانچ ہیں۔ وہاں کام کرنے والے سٹاف کو مہینوں تنخواہ نہیں ملتی، وہاں راشن نہیں ہوتا۔ بہت ہی برے حالات ہیں۔ اس کو بہتر پوزیشن میں لانے کے لیے میں کہوں گی کہ اس پر فوری طور پر عمل کیا جائے اور مزید ایسے سنٹر قائم کیے جائیں جیسے لاہور میں ہے اور کراچی میں ہے۔ وہاں کے امیر لوگ اس پر بہت زیادہ کام کر رہے ہیں۔ اگر حکومت specially بلوچستان کی خواتین کے لئے او ر بوڑھے لوگوں کے لیے مزید Benazir Crisis Centre کھولے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ Thank you.

جناب چیئرمین: جناب حمزہ صاحب۔

سینیٹر حمزہ: جناب چیئرمین! میں اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں۔ ہم سب کو اس بات کا علم ہے کہ قرآن میں واضح طور پر یہ حکم ہے کہ والدین کا خاص طور پر جب وہ بوڑھے ہو جائیں تو ہر طریقے سے ان کا لحاظ، ان کا احترام اور ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ یہ ایک انسانی اور اسلامی طریقہ ہے۔ ویسے حقیقت یہ ہے کہ فیملی سسٹم جو اس وقت ہمارے ملک میں موجود ہے اس میں بوڑھے لوگوں کی، ضعیف لوگوں کی نگہداشت تو کافی کی جاتی ہے لیکن جن لوگوں کی نگہداشت نہ کی جائے اگر حکومت ان کی ذمہ داری قبول کرے تو یہ بہت ہی اچھا ہے۔ حکومت کے اپنے ادارے خصوصی طور

پر محکمہ صحت، ہسپتالوں کی حالت اتنی اچھی نہیں ہے کہ ان سے ہم یہ توقع کریں کہ وہ ان اداروں کو احسن طریقے سے چلائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اور این جی اوز مل کر ان اداروں کو قائم کریں اور پھر پورے طور پر ان کی دیکھ بھال کریں۔ میری ایک بیٹی ناروے میں رہتی ہے جہاں elder houses موجود ہیں۔ اس نے بتایا کہ جب وہ وہاں جاتے ہیں اور وہاں بزرگ لوگوں کو، عورتوں اور مردوں کو دیکھتے ہیں تو سچی بات وہ کہتی ہیں کہ ان پر ترس آتا ہے۔ ان کے عزیزواقارب کبھی ان سے ملنے بھی نہیں آتے۔

میں سمجھتا ہوں کہ پہلے تو ان کے قریبی رشتہ داروں پر ان کی دیکھ بھال فرض ہے، ان کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم نے خصوصی طور پر اپنے senior citizens کے لیے کوئی اہتمام کیا ہے تو اس کو صرف حکومت کے ذمہ نہ لگایا جائے بلکہ این جی اوز یا اس علاقے اور اس شہر کے بسنے والے لوگ باقاعدہ تنظیمیں بنائیں اور ان اداروں کی اور senior citizens کی ضروریات کا پورے طور پر خیال رکھیں تاکہ وہ سکون اور اطمینان سے اپنا آخری وقت گزار سکیں۔

جناب چیئرمین: بابر غوری صاحب۔

سینیٹر بابر خان غوری: شکریہ، چیئرمین صاحب! ظاہر ہے میں متحدہ کی طرف سے اس قرارداد کی support کرتا ہوں۔ صرف میں یہ چاہتا ہوں جیسا کہ حمزہ صاحب نے کہا ہے کہ جو ہمیں تعلیم و تربیت ملی ہے اور جو ہمارا مذہب سکھاتا ہے کہ اپنے بزرگوں کا احترام کریں، ان کا خیال کریں۔ جب ہم پیدا ہوتے ہیں اور ہمیں چلنا سیکھنا ہوتا ہے تو ہمارے ماں باپ ہمیں انگلی پکڑ کر چلنا سکھاتے ہیں۔ جب وہ اپنے آخری سفر کے قریب ہوتے ہیں تو وہ ہمارا ہاتھ پکڑ کر چلنا چاہتے ہیں اور ہم اس وقت ان کو shelter home میں چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ tendency بڑی تیزی سے ملک میں پھیل رہی ہے۔

بعض پروگرام ہم نے دیکھے ہیں اور کچھ چینل اس بارے میں awareness پروگرام کر رہے ہیں، بچوں کو بھی اس چیز کا احساس دلایا جائے۔ میں نے کریم خواجہ صاحب سے request کی ہے یہ amendment لے لیں کہ یہ بھی ساتھ ساتھ ہو کر بچوں کو مختلف پروگراموں کے ذریعے سے احساس دلائیں۔ میڈیا سے بھی میری گزارش ہے کہ وہ بھی ایسے پروگرام کریں اور لکھاری ایسے articles لکھیں کہ بچوں کی بھی تربیت ہو کہ یہ ان کی ذمہ داری ہے نہ کہ وہ بری الذمہ ہو جائیں لیکن اگر پھر بھی بہت سے senior citizens ایسے ہیں جن کی اولاد نہیں ہے یا ان کی کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے۔

بالکل ان کے لیے ہوم بننے چاہییں اور یہ ضروری ہے۔ پوری دنیا میں ہوتا ہے۔ بعض NGOs بڑا اچھا کام اس کے اوپر کر رہی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ساتھ ساتھ احساس دلانا چاہیے کہ ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ اپنے بزرگوں کے ساتھ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ کیسا سلوک کریں۔ یہ نہ ہو کہ ہم اپنے گھروں سے لے جا کر ان کو shelters میں چھوڑ دیں جیسا کہ واقعات اب بہت زیادہ بڑھ رہے ہیں۔ ہمارے ہاں خاندان کا ایک سسٹم ہے اور اسی سسٹم کا پوری دنیا میں لوگ فخر سے سنتے ہیں۔ آج مغرب پلٹ رہا ہے۔ ان کے ہاں جو اس وقت صورتحال ہے کہ ایک بیس سال کا بچہ اپنی ماں اور بھائی کو ڈھونڈ رہا ہے۔ ابھی ابھی امریکہ میں جو واقعہ ہے جس میں ایک بندے نے اپنے بچوں کو قتل کیا ہے۔ اگر وہ خاندان کے اندر رہے اور خاندان کی محبت ہو اور اس کی تربیت ایسی ہو تو ایسے واقعات نہ ہوں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نسل در نسل ایک ورثہ ہمیں ملا ہے اور ہمارا مذہب بھی ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس Resolution میں جو یہ amendment کر رہے ہیں awareness کے حوالے سے حکومت کا role اس میں ڈال لیں تو پھر اس کو pass کیا جائے۔ Thank you sir.

Mr. Chairman: Thank you. Najma Hameed *Sahiba.*

سینیٹر بیگم نجمہ حمید: شکریہ، جناب چیئرمین! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہاں پر اور باقی پنجاب میں "عافیت" نام سے جو Old Homes بنے ہوئے ہیں وہاں پر بہت اچھی طرح سے لوگ رہتے ہیں۔ بہت اچھے طریقے سے، اچھی families کے لوگ وہاں پر جاتے ہیں اور ایک ہفتے کے اندر ایک دن ان کے ساتھ گزارتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر اسی طرح حکومت کی سرپرستی ہو تو یہ Old Homes چل سکتے ہیں ورنہ privately نہیں چل سکتے۔ لوگ اتنا صبر نہیں کر سکتے ہیں جتنا کہ کرنا چاہیے۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ حکومت کی سرپرستی میں یہ بنیں۔ ان Old Homes کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کا تعاون انہیں حاصل ہو۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ سارے پنجاب میں ادارے بنے ہوئے ہیں۔ یہ ادارے اب نہیں بنے بلکہ کافی عرصے سے Social Welfare کے under یہ کام کر رہے ہیں۔ یہ ادارے بڑی بڑی جگہوں پر ہیں۔ راولپنڈی میں بہت اچھا چل رہا ہے۔ میں یہ کہتی ہوں کہ اگر حکومت کی سرپرستی ہو تو اس میں یہ بہت اچھی بات ہے کہ Old Homes ضرور ہونے چاہییں۔ بالکل ٹھیک ہے۔ بہت سے ڈرامے بھی لگتے ہیں اور بہت سے پروگرام بھی آتے ہیں لیکن گھر میں لوگ فساد نہیں ڈال سکتے۔ جو بیویاں آتی ہیں وہ بزرگوں کو رہنے نہیں دیتی۔ ان کا طور طریقہ اور طرح کا ہوتا ہے

اور بزرگ لوگ ذرا ٹوکتے روکتے ہیں تو وہ برداشت نہیں کرتیں۔ تو گھر میں فساد کی وجہ سے وہ بے چارے مرد مجبور ہو کر والدین کو چھوڑ دیتے ہیں ورنہ کوئی خوشی سے نہیں چھوڑتا۔ تو یہ Old Homes بہت ضروری ہیں۔ میں اس قرارداد کی تائید کرتی ہوں کہ یہ ضرور بننے چاہییں کیونکہ وہ بے چارے جب بے بس ہو جاتے ہیں تو وہ سڑکوں پر اور کسی کے گھر میں دھکے نہ کھائیں بلکہ Old Homes میں اپنی زندگی خود گزاریں اور اچھے طریقے سے گزاریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: کاظم خان صاحب۔

سینیٹر محمد کاظم خان: شکریہ، جناب چیئرمین! کریم خواجہ صاحب کی بات بڑی genuine اور صحیح ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن تھوڑا سا way out دیکھنا ہے کہ ہوا میں بات نہیں چلنی چاہیے۔ بات اصل میں یہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ذمہ داری actual اولاد یا اپنے گھر کے جو بھی اس کے اہل خانہ ہیں ان کی زیادہ بنتی ہے اور وہ احسن طریقے سے ان کی دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔ تو یہ گورنمنٹ کا جو way out ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ آپ اپنے بزرگ کو اپنی ذمہ داری کو کسی کے اوپر چھوڑ دیں۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے تحت senior citizens کے لیے ایک ماہانہ خرچ گورنمنٹ متعین کر دے تاکہ اس کی ذمہ داری گھر والے پوری کریں نہ کہ shelter plazas میں جائیں۔ جہاں پر کرپشن اور دوسرے مسائل ہوتے ہیں۔ جو رکھ رکھاؤ اور care ہے وہ بزرگوں کی اپنی اولاد ہی کر سکتی ہے۔ اور کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیشہ یہ ذمہ داری صرف گھر والوں پر اور اولاد پر ڈالنی چاہیے۔ حکومت صرف سسٹم بنائے جس کے تحت یہ ہے کہ ان senior citizens کو خرچ ملتا رہے اور وہ خرچ ان پر استعمال ہو۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Raja Zafar-ul-Haq *Sahib*.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: شکریہ، جناب چیئرمین! میں کریم خواجہ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ایک بڑے اہم معاشرتی مسئلے کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس کا حل بھی پیش کیا ہے۔ یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ family unit معاشروں کے اندر کمزور ہو رہا ہے اور وہ جو اجتماعی ذمہ داریاں family کے اندر آتی تھیں انہیں اس طریقے سے پورا نہیں کیا جا رہا ہے جیسے کچھ عرصہ پہلے کیا جاتا تھا۔ دیہاتوں سے شہروں کی طرف جو نقل مکانی ہے وہ بھی اس مسئلے کو بڑھا رہی ہے۔ ملازمت پیشہ لوگ جب آتے ہیں

تو اپنے بچوں کو تعلیم کے لیے ساتھ لے آتے ہیں لیکن ان میں سے بہت ساری ایسی تعداد بھی ہے جو اپنے بزرگ والدین کو یا بزرگوں کو اپنے ساتھ نہیں لا سکتی۔ پھر وہ دوسروں کے رحم و کرم پر رہ جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ یورپ اور امریکہ کے اندر یہ ایک institution کی شکل اختیار کر گیا ہے کہ بزرگوں کی یا جو نادار لوگ ہیں، خواہ ان میں جوان ہوں یا بوڑھے ہوں ان کی ذمہ داری صرف گھر والوں پر نہیں بلکہ معاشرے کے اوپر ہے اور وہ سارے معاشرہ کو ایک گھر قرار دیتے ہیں لیکن میں کاظم خان صاحب کی اس بات سے بھی اتفاق کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں ایک ایسی campaign چلائی جائے جہاں لوگوں کو یہ احساس دلایا جائے، ان کی تعلیم ایسی کی جائے کہ وہ اس بات کا احساس کریں کہ بنیادی طور پر یہ ان کی ذمہ داری ہے۔ آج سے کوئی 15 سال پہلے میں نے خود پڑھا تھا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اس سلسلے میں قانون سازی کے لیے کہا تھا۔ جو recommendations دی تھیں ان میں یہ کہا تھا کہ جو بزرگ والدین جن کی کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے انہیں ریاست کی طرف سے خواہ وہ بیت المال سے ہو، زکواۃ سے ہو، کسی اور ذریعے سے ہو، ٹیکس کے پیسوں سے ہو ان کے لیے سہولتیں فراہم کی جائیں کہ وہ اپنے آخری ایام عزت اور صحت کے ساتھ بسر کر سکیں۔ میں کریم احمد خواجہ صاحب کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔

(اس موقع پر اذان مغرب کی آواز سنائی دی)

Mr. Chairman: The proceedings are suspended for 15 minutes for *Maghrib* prayers.

(The House was then adjourned for Maghrib prayers)

(The House was reassembled at 5:35 P.M. with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair.

Mr. Chairman: Now I give the floor to Farhat Ullah Babar *sahib*.

سینیٹر فرحت اللہ بابر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں کریم خواجہ صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک انتہائی اہم موضوع پر resolution پیش کی۔ جناب چیئرمین! اس میں کوئی شک نہیں کہ جو ہمارے بزرگ ہیں ان کو خاندان میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔ لوگ migration کر رہے ہیں families are migrating from rural areas

اور society کا family unit کسی حد تک توڑ پھوڑ کا شکار ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے to cities
کہ family میں بزرگوں کا خیال نہیں رکھا جاتا for some reasons. جو خاندان well to do ہیں
وہ تو خیال کرسکتے ہیں جو well to do نہیں اور جن پر مختلف قسم کے معاشی اور معاشرتی دباؤ ہیں ان
کے لیے بہت مشکلات ہیں۔

جناب چیئرمین! یہاں پر بات ہوئی کہ یہ ذمہ داری state accept کرے یا ایک
awareness campaign کے بعد خاندان خود کرے۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتنی
بڑی ذمہ داری ہے کہ نہ اکیلی state کرسکتی ہے اور نہ individual families کرسکتی ہیں۔ مناسب یہ
ہوگا کہ public private partnership کے ذریعے اس idea کو آگے بڑھایا جائے اور جس طرح
سینیٹر کاظم صاحب نے کہا، میں ان کی تائید کرتا ہوں کہ بے نظیر انکم سپورٹ کا ایک component
وسیلہ روزگار ہے it provides jobs to the deserving people ان لوگوں کو جن کا معاشی
level below the poverty line ہے۔ دوسرا پروگرام ان کا وسیلہ تعلیم ہے، وہ تعلیم دیتے ہیں،
ایک ان کا وسیلہ صحت ہے، اگر ابتدا اس element سے کی جائے کہ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام
کے تحت ایک یونٹ ہو اور وہ یونٹ صرف بزرگوں کے لئے ہو بالخصوص ان senior citizens کے
لئے جن کی family ان کی دیکھ بھال کرنے سے قاصر ہے اگر ان کے لیے ایک شعبہ مختص کیا جائے تو یہ
پہلے قدم کے طور پر انتہائی مناسب ہوگا اور اس کے بعد اسی پروگرام کو آگے بڑھا کر public private
partnership کے ذریعے تمام ملک میں old people home, shelter homes بنائے جا
سکتے ہیں۔ تو میں اس resolution کی حمایت کرتا ہوں، میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں جس طرح ہمارے
دوست کامل آغا صاحب نے کہا کہ اس کو broad based کیا جائے۔ میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ اس
میں بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کی افادیت کو بھی شامل کیا جائے تو کم از کم it will be durable
and it will be durable right from the next month. میری تجویز یہ ہوگی اور میں
ایک بار پھر کریم خواجہ صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک معاشرتی مسئلے کی نشاندہی
کی ہے and it is very rare کہ سینیٹ میں ہم سیاسی موضوع سے ہٹ کر اس طرح کے مسئلے پر
گفتگو کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ، خالدہ پروین صاحبہ۔

سینیٹر خالدہ پروین: شکریہ جناب چیئرمین! میں بھی کریم خواجہ صاحب کی قراداد کی مکمل حمایت کرتی ہوں لیکن یہ بڑے افسوس اور بڑی بد قسمتی کی بات ہے کہ as a Muslim ہمیں ان چیزوں کے بارے میں سوچنا پڑرہا ہے جبکہ ہمارے مذہب نے اس بارے میں واضح ہدایات دی ہیں کہ والدین جب بڑھاپے کی حالت میں پہنچیں تو ان کے ساتھ ہمارا رویہ کس طرح ہونا چاہیے۔ جو مشکلات ہمارے معاشرے میں آچکی ہیں اس کے لیے ضروری ہے، ہم اب اس چیز کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس کے بارے میں ہمارے محترم فرحت اللہ بابر صاحب نے بھی تجویز پیش کی ہے کہ بے نظیر انکم سپورٹ کے تحت اس ادارے میں کچھ مزید سکیمیں شامل کی جائیں جن کے ذریعے بزرگ شہریوں کے لیے shelter homes ہوں یا اس حوالے سے ان کی مدد کر سکیں۔ جناب والا! بنیادی ذمہ داری ان families کی ہے کہ وہ ان کی look after کریں۔ اگر بعض ناگزیر وجوہات کی بنیاد پر جو کہ بہت غریب ہیں، بے اولاد ہیں ان کے لیے بہتر طریقہ کار یہی ہے کہ حکومت اور پرائیویٹ ادارے مل کر کچھ ایسا set up تیار کریں جس کے تحت ان لوگوں کو relief مل سکے۔ اس کے علاوہ ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ ہم سب مل کر کوشش کریں اور بطور سینیٹر خواجہ صاحب کی اس تجویز کو احسن طریقہ سے ادا کریں۔ یہ بہت اچھی تجویز ہے، ہمیں اس کو مد نظر رکھ کر ایک پالیسی وضع کرنی چاہیے۔ شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Ilyas Bilour speak on this resolution.

سینیٹر الیاس احمد بلور: شکریہ جناب چیئرمین! میں اس تجویز کے ساتھ agree کرتا ہوں لیکن مجھے اس بات کا دکھ ہوتا ہے کہ جو ماں باپ بچوں کو پیدا کرتے ہیں، ان کو بڑا کرتے ہیں، ان کو تعلیم دیتے ہیں، ان کی شادی کرواتے ہیں، اس کے بعد نوکری کے لیے بھی کوشش کرتے ہیں، ان بچوں پر لعنت ہو جو اپنے ماں باپ کو نہیں رکھتے۔ یہاں پر کہا جاتا ہے کہ یہ houses یورپ اور امریکہ میں ہیں لیکن یورپ امریکہ کا کلچر بھی اور ہے۔ ان ممالک میں بچہ جب اٹھارہ سال کا ہوتا ہے تو ماں باپ اس کے ذمہ دار نہیں ہوتے، نہ پیسہ دیتے ہیں، نہ ٹکہ دیتے ہیں، کچھ بھی نہیں دیتے۔ وہ نوکری بھی خود کرتے ہیں، شادیاں بھی خود کرتے ہیں، سب کچھ خود کرتے ہیں۔ ایسی اولاد پر لعنت ہو جو اولاد اپنے ماں باپ کو کسی elder home میں لے جا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ان پر لعنت ہو، ایسی بیوی پر لعنت ہو، میاں پر لعنت ہو جو اپنے ماں باپ کے لیے، بیوی کی خاطر ماں باپ کو نکالتا ہے یا بیٹا بیوی کی بات مانتا

ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے کلچر میں ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے۔ اس تجویز کا میں اس لیے حامی ہوں کہ یہ لعنت ہمارے ملک میں ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت بھیجے گا۔ میں خواجہ صاحب کی تجویز کے ساتھ agree کرتا ہوں۔ To be very honest, with very heavy heart میں اس تجویز سے agree کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کو کوئی ایسا فنڈ بھی دیا جائے، حکومت اداروں کے ساتھ مل کر اس تجویز پر عمل کرے تو مناسب ہوگا۔ بجٹ میں اگر کچھ پیسہ رکھ دیا جائے تو اچھی بات ہے۔

جناب چیئرمین: جی رضا ربانی صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: شکریہ جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں سندھ سے تعلق رکھنے والے سینیٹر کو مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ایک social issue پر یہ resolution move کی ہے اور میں مکمل طور پر اس resolution کی حمایت کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ جناب چیئرمین! میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو پاکستان کا concept ایک welfare state کا concept تھا اور اس concept کو کہ پاکستان کس قسم کی ریاست ہوگی، قائداعظم کی 11 اگست، 1947 کی تقریر میں بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا گیا لیکن یہ ہماری بدقسمتی رہی کہ پاکستان کا وہ تصور جو ایک فلاحی مملکت یا ایک welfare state کا تھا، جو قائداعظم نے دیا تھا، اس کو تبدیل کرکے پاکستان کو ایک national security state بنا دیا گیا جس کی وجہ سے یہ تمام قدریں اور یہ تمام responsibilities جو ریاست کی ہونی چاہئیں تھیں وہ پیچھے ڈال دی گئیں اور ریاست کی ترجیحات تبدیل ہو گئیں لیکن جناب چیئرمین! جب 1973 کا آئین بنا تو پھر یہ کوشش کی گئی کہ وہ welfare state کا concept تھا، جو قائداعظم کا vision تھا، اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے اور اس سلسلے میں جناب چیئرمین! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کی توجہ Chapter 2 of the Constitution – Principles of Policy کی طرف لے کر جاؤں گا اور Clause (d) of Article 38, اگر آپ اجازت دیں گے تو میں پڑھ کر سنانا چاہوں گا for the record.

"Promotion of social and economic wellbeing of the people.

38. The State shall –

(d) provide basic necessities of life, such as food, clothing, housing, education and medical relief, for all such citizens,

irrespective of sects, caste, creed or race, as are permanently or temporarily unable to earn their livelihood on account of infirmity, sickness or unemployment."

Therefore, this is the duty cast upon the State itself by virtue of clause (d) of Article 38 that these houses should be constructed.

میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ resolution آج سینیٹ یہاں پاس کرتا ہے تو یقینی طور پر وہ حکومت کو اس بات کی تنبیہہ کر رہا ہوگا کہ principles of policy کے تحت جو آپ کی responsibility بنتی ہے، آپ اس responsibility کو پورا کریں اور پاکستان کو ایک بار پھر ایک welfare state کی ڈگر پر لے کر جائیں اور national security state سے اپنا پیچھا چھڑائیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی حاصل بزنجو صاحب۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: میں اس resolution کو support کرنا چاہتا ہوں۔ جو رضا بھائی نے کہا کہ دنیا میں کسی بھی حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے ہر فرد کو، ہر شہری کو shelter فراہم کرے، خاص طور پر ایسے شہریوں کو جن کے بارے میں اس قرارداد میں کریم خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ جو بزرگ افراد ہیں ان کو دنیا میں ہر جگہ as compared to others زیادہ privilege دیا جاتا ہے۔ اس میں جو مطالبہ کیا گیا ہے I support Raza Rabbani's words کہ اگر یہ recommendation سینیٹ کی طرف سے جاتی ہے تو یہ حکومت کو تنبیہہ ہوگی۔ میں اپنی پارٹی کی طرف سے اس resolution کی مکمل حمایت کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی اسحاق ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار (قائد حزب اختلاف): جناب چیئرمین! بہت شکریہ، میں mover اور اپنے دونوں ساتھیوں کو support کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارا دینی، معاشی اور آئینی فرض ہے، جیسے رضا صاحب نے اس کو explain کیا، میں اس کو repeat نہیں کرتا۔ اس کا model ایک یہ بھی بن سکتا ہے اگر سٹیٹ واقعی دلچسپی رکھتی ہو اور اس پر کام کرنا چاہے تو ایک independent foundation اس کام کے لیے بن سکتی ہے۔ اس پر state contribute کرے اور

philanthropic contributions جو لوگ کرنا چاہتے ہیں، بہت لوگ کرنا چاہتے ہیں اور اگر اس میں transparency ہو، اس میں private sector کی involvement ہو، اور یہ بالکل clear ہو کہ جو مستحق لوگ ہیں، جن کے پاس کوئی سہارا نہیں ہے، جن کے بچے نہیں ہیں، مجبوری ہے ان کے لیے کیا جائے یہ کام چل سکتا ہے۔ اس کو بالکل کرنا ہے، یہ ہماری اسلامی اور آئینی ذمہ داری ہے اس پر میں اپنے دونوں بھائیوں اور movers کو support کرتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ جناب چیئرمین! میں اس میں تھوڑی سی بات کا اضافہ کرنا چاہوں گی۔ایک تو ماں باپ بہت بڑی نعمت ہیں اور وہ بڑا بد نصیب شخص ہے جس نے اپنے ماں باپ کو پایا اور ان کی خدمت نہیں کی، اور خاص طور پر ماں، آج ہم اس معاشرے کے بارے میں بات کر رہے ہیں کہ اپنے ماں باپ کے لیے کوئی shelter ڈھونڈا جائے۔ میرے خیال میں جن کی اولاد صاحب حیثیت ہے اور والدین حیات ہیں۔ میں یقیناً بلور صاحب کی بات کی تائید کروں گی کہ اس اولاد کے لیے یہ بڑی ذلت آمیز بات ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے ان کے ماں باپ کوئی پناہ ڈھونڈ رہے ہوں بلکہ انتہائی دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ اس طرح کا سوچا بھی جائے۔ ڈار صاحب نے ایک بات بڑی اچھی کی ہے کہ کوئی فاونڈیشن ایسی قائم ہو جائے جس میں وہ لوگ جو ضعیف ہوں یا جن کی اولاد نہ ہو یا ان کی اولاد ہو تو بہت غریب ہوں یا جن کا بیٹا یا کوئی بیٹی نہ ہو، تو اس قسم کا ایک ادارہ قائم کیا جائے جس سے ان لوگوں کو کچھ نہ کچھ ماہانہ ملتا رہے۔

جناب چیئرمین! آپ نے ایک اور چیز بھی دیکھی ہو گی اور آپ یقین کریں کہ عید پر پنشن لینے کے لیے بوڑھے لوگ جو 60/70 سال کی عمر کے رو رہے تھے اور ہمیں ترس آرہا تھا کہ خدا کے واسطے کسی طریقے سے ان کی مدد کی جائے۔ میرا خیال ہے کہ میں لیڈر آف دی اپوزیشن کی توجہ اس طرف دلاؤں گی کہ ساتھ ساتھ اگر یہ بھی کیا جائے کہ ان لوگوں کو کریڈٹ کارڈ یا ایسی چیز دی جائے کہ ان کی تھوڑی بہت ماہانہ income جو ہے وہ اپنے پیسے draw کرالیں اور در بدر پھرتے نہ رہیں۔ آپ نے ریلوے کے ملازمین کو دیکھا ہو گا۔ پچھلی عید پر جس طریقے سے عورتیں اور مرد بے ہوش ہو رہے تھے کہ رمضان کا دن اور بھوکے پیاسے لوگ۔

جناب چیئرمین! فرحت اللہ بابر صاحب میرے بڑے honourable member ہیں اور ان کی بات یقیناً میرے لیے بڑی حیثیت رکھتی ہے۔بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام یقیناً عورتوں کے لیے قائم کیا گیا ہے اور ان کی سپورٹ ہو رہی ہے۔میں نہیں چاہوں گی کہ ریاست کے اوپر مزید کچھ بوجھ ڈالا جائے۔ یقیناً اگر کوئی فاؤنڈیشن قائم ہو جاتی ہے اور وہ فاؤنڈیشن پورے ملک کے چاروں صوبوں اور فیڈرل ایریا میں قائم ہو اور اس میں اچھے لوگوں کو نمائندگی دی جائے۔کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا نام نہیں لینا چاہیے ، جن کی فاؤنڈیشن قائم ہے اور کئی بے سہارا اور یتیموں کو سہارا دے رہے ہیں تو میرے خیال میں وہ بڑے اچھے طریقے سے اس کام کو کرسکتے ہیں۔مگر سب سے پہلے فرض اولاد کا ہے کہ وہ ماں باپ جس نے ساری زندگی اس کو پالا پوسہ اور اپنی زندگی کی ساری پونجی اس کی تعلیم و تربیت پر خرچ کی اور انہیں اس بڑھاپے اور لاچاری میں چھوڑ دیا جائے تو اس کی بھی awareness ہونی چاہیے۔ ہمیں یہ بھی campaign چلانی چاہیے کہ ہمارا دین اور ہمارا مذہب کیا کہتا ہے اور مذہب کے مطابق کیا ہونا چاہیے۔ ہم انگریزوں کی تقلید کرتے ہیں۔ وہ 18 سال کے بعد اپنے کسی بچے کی جوابدہی نہیں کرتے لیکن ہم اس وقت تک، جب تک بچے کی شادی ہو جاتی ہے اور شادی شدہ ہونے کے باوجود جب اس کے بچے ہو جاتے ہیں ، ہمیں اس کی بھی فکر لاحق ہوتی ہے تو اس معاشرے میں رہتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ ہم ایسی campaign بھی ضرور چلائیں کہ دین اسلام کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے بوڑھے ماں باپ اور رشتہ دار جو ہیں ان کی خدمت کرکے ثواب حاصل کرنا چاہیے۔شکریہ۔

جناب چیئرمین: حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: محترم چیئرمین صاحب! شکریہ ، جناب کریم احمد خواجہ صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے ، حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت اہم ہے اور انہوں نے ایک اہم سماجی مسئلے کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ باہر کی دنیا میں تو بزرگ شہریوں کے لیے shelter houses ہوتے ہیں لیکن ہمارے ہاں خاندان کے نظام کی جڑیں بڑی مضبوط ہیں لیکن پھر بھی بد قسمتی سے بعض بزرگ ایسے ہیں کہ یا تو ان کی اولاد نہیں ہوتی اور اگر اولاد ہے تو اولاد کے پاس وسائل نہیں ہوتے ہیں اور اگر وسائل بھی ہیں تو اولاد ایسی بد نصیب ہوتی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی خدمت نہیں کرسکتی۔ان حالات میں وہ بزرگ کیا کریں ۔ ان کے پاس اگر کوئی گھر بھی ہوتا ہے تو وہ اپنے بچوں کو دے دیتے ہیں۔اکثر جب اپنے بیٹوں کی شادیاں کرتے ہیں تو سمدھی ان سے کہتے ہیں کہ آپ آدھا گھر ، چوتھائی گھر بہو کے نام کردیں تو

ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ ایسے ماں باپ کو، اگر باپ اکیلا ہو یا ماں اکیلی ہو تو وہ ناخلف بچے والدین کی کوئی خدمت نہیں کرتے ایسے لوگوں کی ذمہ داری سٹیٹ پر ہے لیکن ہمارے ہاں کوئی ایسا سسٹم ہے نہیں۔ بزرگ شہریوں کے بارے میں ہم نے ایک دفعہ پڑھا تھا کہ بزرگ شہریوں کے لیے ریلوے کی ٹکٹ لینے کی کھڑکیاں الگ ہوں گی، ہوائی جہاز والے ان کو الگ احترام دیں گے لیکن کچھ نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین! دیکھیں، کہ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمارے پاس وہ وسائل ہیں ورنہ ہم میں سے زیادہ تر بزرگ شہریوں میں جا چکے ہیں۔ 60 سال سے زیادہ ہیں، 65 سال سے زیادہ ہیں۔ آپ بھی شاید ان بزرگ شہریوں میں سے ہیں لیکن آپ خوش قسمت ہیں۔ آپ کے پاس وسائل ہیں لیکن جن کے پاس وسائل نہیں ہیں ان کو اس ملک میں کوئی احترام نہیں دیتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری پارٹی اور میں اس قرارداد کی حمایت کرتا ہوں۔ حکومت کو چاہیے، ویسے Welfare کے متعلقہ وزیر کا پتا نہیں چلتا کیونکہ اتنے وزیر ہیں اور کس کے پاس کونسا محکمہ ہے۔ جدھر دیکھو، ایک وزیر نظر آتا ہے اور محکمے کا پتا نہیں چلتا ہے۔

Mr. Chairman: Please confine yourself on the resolution now.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: مہربانی کرکے ویلفیئر کے جو بھی وزیر ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اس پر سوچیں کہ ہر بڑے شہر میں کم از کم ایک shelter house ہو جس میں یہ بزرگ رہیں۔ اگر couple ہیں تو ان کے لیے الگ ہونا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ بیویوں کو ایک طرف اور شوہر دوسری طرف ہو۔ ایک فلم 'خاندان' آپ نے دیکھی ہو گی۔ اس میں بچوں نے اپنے ماں باپ کو تقسیم کر دیا تھا، ماں ایک بچے کے پاس ہو اور باپ ایک بچے کے پاس ہو، وہ خیر فلم تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اصلی اور سچے واقعات ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ، کامران صاحبہ۔

سینیٹر سحر کامران: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، شکریہ چیئرمین صاحب! ہمارے معاشرے کی سب سے بڑی خوبصورتی joint family system تھا لیکن ان حالات میں بڑھتے ہوئے معاشرتی اور مالی وسائل کی کمی کے باعث ہم اپنی اقدار سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور اپنی مذہبی تعلیمات سے دور

ہوتے جارہے ہیں جس کی وجہ سے مسائل میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنے والدین کو وہ وقت نہیں دے پاتے جو ان کا حق ہے۔ اس میں صرف مالی وسائل کی بات نہیں ہے بلکہ companionship جو ان کو اس وقت اپنے بچوں کے ساتھ ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی صحت اور مختلف مسائل ہیں جو ہم اپنے مالی وسائل میں کمی کی وجہ سے ہم ان کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو کہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ اگر ہم اسلامی تعلیمات کے اوپر عمل کریں اور جیسے رضا ربانی صاحب نے کہا کہ آئین کے حساب سے اس ملک کو ایک Welfare State کے طور پر تشکیل دیا گیا ہے۔ اس پر عمل کریں تو ہم ان سب چیزوں کے اوپر قابو پا سکتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک بہترین تجویز ہے لیکن اس کو صرف ایک territorial area تک یا ایک Capital تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہر شہر میں ایک فاونڈیشن اور اس طرح کے ادارے ضرور ہونے چاہئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی انتظام ہونا چاہیے کہ ہم اگر فاؤنڈیشن کے ذریعے سے اپنے والدین کو چھوڑ دیتے ہیں تو ان کا تعلق فیملی سے کٹ جاتا ہے تو ایسے بہت سارے معاشرتی مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں اس resolution کو پاس کرنا چاہیے۔

Mr. Chairman: Thank you. There is an amendment in the resolution. Khawaja *sahib*, please move the amendment.

Senator Karim Ahmed Khawaja: Sir, I beg to move the amendment.

"The House recommends that the Government may establish shelter houses for the senior citizens through necessary legislation and take special steps for creating awareness amongst the masses to respect their elders."

Mr. Chairman: Now I put the motion before the House. It has been moved that in resolution after the word 'citizens' occurring at the end the words 'through necessary legislation and take special steps for creating awareness amongst the masses to respect their elders, be added.

(The motion was adopted)

Mr. Chairman: The amendment is adopted. Now I put the resolution before the House. It has been moved that:

> "This House recommends that the Government may establish shelter houses for senior citizens through necessary legislation and take special steps for creating awareness amongst the masses to respect their elders."

(*The resolution is adopted*)

Mr. Chairman: The resolution is passed unanimously. Yes, Khawaja *sahib*.

جناب چیئرمین: کریم خواجہ صاحب۔

سینیٹر کریم احمد خواجہ: جناب چیئرمین! ہمارے سب اراکین نے اس resolution کو یہاں پر unanimously pass کیا ہے اس پر میں دونوں بینچوں کے تمام اراکین اور آپ کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔ میں تھوڑا سا بزنس کر لوں I will give you the opportunity میں آپ کو موقع دوں گا۔

Item No.8 stands in the name of Mr. Talah Mehmood, he is not present. It is dropped. Item No.9 stands in the name of Col.(R.) Syed Tahir Hussain Mashhadi, he is not present. It is dropped. Next is Item No.10 stands in the name of Mrs. Nuzhat Sadiq, please move the resolution.

Senator Nuzhat Sadiq: Thank you Mr. Chairman. I wish to move that:

> "This House recommends that the Government may take immediate steps to carry out performance based financial audit of power distribution companies in the country."

Mr. Chairman: The resolution has been moved but there is a request from the Ministry concerned for its deferment. So, it

may be discussed subsequently on the next Private Members' Day. It is admitted for the discussion.

Senator Nuzhat Sadiq: Ok.

Mr. Chairman: Then we move on to Item No.11 stands in the name of Mr. Karim Ahmed Khawaja. Please move the resolution.

Resolution:

Establishment of Institute for Boarding and Lodging of Children of Unknown Parentage in Islamabad Capital Territory.

Senator Karim Ahmed Khawaja: Sir, I beg to move that:

> "The House recommends that the Government may make arrangements for establishment of institute for boarding and lodging of children of unknown parentage in Islamabad Capital Territory."

جناب چیئرمین: اس قرارداد پر کون بولنا چاہے گا؟ جی کریم احمد خواجہ صاحب۔

سینیٹر کریم احمد خواجہ: جناب! پورے پاکستان کے لیے یہ ایک social issue ہے۔ میں آپ کے سامنے ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ۹۷ یا ۹۸ء کی بات ہے کہ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے مجھے طلب کیا۔ اس وقت میں ٹھٹھہ میں تھا۔ میں بھاگم بھاگ پہنچا۔ وہ بات میرے ذہن میں تھی، اس لیے میں نے یہ چیز ایوان کے سامنے رکھی ہے۔ محترمہ شہید نے مجھے کہا کہ یہاں بہت سے بچوں کو لوگ پیدا ہوتے ہی مار دیتے ہیں یا جانوروں کے حوالے کر دیتے ہیں یا ان کی care نہیں کرتے یا اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس کی نگہداشت کرنا ہر ایک کا فرض ہے۔ یہ بات میرے ذہن میں 1997 سے تھی۔ وہ سوچ رہیں تھیں کہ ایک انسیٹیوٹ بنائیں اور آگے چل کر جب وہ حکومت میں آئیں تو اس طرح کے لوگوں کو تحفظ ملے۔ یہ صحیح ہو یا غلط لیکن جب ایک انسان پیدا ہو جاتا ہے تو اس کی پرورش کرنا اس State کی ذمے داری ہے۔ یہ بات میرے ذہن میں تھی۔ جب

میں سینیٹ میں آیا تو میں نے سوچا کہ یہ resolution میں ایوان کے سامنے رکھوں کہ جب street children کی اگر ہم care نہیں کرتے تو آگے چل کر وہ مجرم بن جاتے ہیں۔ یہ اپنی جگہ حقیقت ہے۔ اس حقیقت کو ہمیں تسلیم کرنا ہو گا کہ street children اکثر مارے جاتے ہیں۔ میں خود professional psychiatrist ہوں۔ میں دوسری بات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں آ رہا تھا تو ایک ڈاکٹر نے ایک مریض علاج کے لیے میری طرف بھیجا۔ جب میں نے اس کی ساری ہسٹری لی تو پتا چلا کہ وہ ایک نرس تھی۔ وہ abortion کراتی تھی اور وہ psychiatrically ill تھی اور وہ addict ہو گئی تھی۔ دوائیں کھاتی، انجیکشن لگاتی تھی۔ بعد میں میں نے جب بہت probe کیا تو پتہ چلا کہ اس طرح کے جو بچے پیدا ہو جاتے ہیں اور انھیں کوئی claim نہیں کرتا تو ان کو جانوروں کے آگے پھینک دیا جاتا ہے۔ اس طرح کی بات اس کے ذہن میں آ گئی اور وہ addict ہو گئی۔ اس طرح کے معاشرتی مسائل as a practicing psychiatrist میں نے بہت دیکھے ہیں۔ اپنی جگہ پر یہ issue ہے۔ اس طرح کے جو street children ہیں وہ criminal بن جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر bombardment ہوتی ہے اس میں parents مر جاتے ہیں تو وہ بچے street children بن جاتے ہیں۔ اسی طرح ایسے parents بھی ہوتے ہیں، جن کی چھ چھ دس دس اولادیں ہیں۔ وہ انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ کو کراچی، لاہور، پشاور کی سڑکوں پر بہت سے street children ملیں گے۔ افغان جنگ میں بہت سے لوگ شہید ہوگئے۔ اسی طرح آج کل مختلف جگہوں پر جو آپریشن چل رہے ہیں یا parents کا انتقال ہو جاتا ہے یا شہید ہو جاتے ہیں تو وہ دربدر پھرتے ہیں۔ جناب! یہ ایک بڑے context میں ایک معاشرتی issue ہے۔ اب اس issue کو address کس طرح کیا جائے۔ آیا ان بچوں کو ہم مرنے کے لیے چھوڑ دیں یا حکومت ان کو shelter دے۔ سعودی عربیہ، ایران، West and Scandinavian ممالک میں اس طرح ہو رہا ہے۔ یہ کوئی پہلا فارمولہ نہیں ہے جو میں نے پیش کیا ہے۔ یہ social issues ہیں۔ مختلف سیاسی جماعتوں کی genius اور collective wisdom اور رضا ربانی صاحب کی wisdom اور سب جماعتوں کی collective wisdom سے اٹھارھویں ترمیم آئی ہے۔ اگر اس کی گنجائش پاکستان یا federation level پر نہیں ہے تو کم سے کم اسلام آباد میں اس کا تجربہ شروع کریں۔ یہ سب آئین میں موجود ہے کہ جو بھی پاکستانی شہری ہے۔ پاکستان کی territory میں پیدا ہوتا ہے، اسے shelter دینا، اس کا تحفظ کرنا، اس کی زندگی، اس کی پرورش، اس کا کھانا یہ ذمہ داری ہے اور یہ آئین میں بھی ہے۔ رضا ربانی صاحب

نے بہت اچھا کہا تھا کہ حضرت قائد اعظم نے جو تقریر کی تھی اس پر عملدرآمد نہیں ہوا۔ پھر شہید بھٹو کے وقت ۷۳ء میں جو آئین consensus سے بنا تھا، اس میں social welfare State کی شق موجود ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس چیز پر debate ہونی چاہیے، resolution آنا چاہیے اور حکومت کی ذمےداری ہے کہ جو بھی street children ہیں، جن کے parents نہیں ہیں، جن کے parents شہید ہو گئے ہیں یا جو بچے یا بچیاں اپنے parents سے بھاگ جاتے ہیں اور وہ criminal activities میں involve ہو جاتے ہیں اور معاشرے کے اچھے شہری نہیں بنتے تو ان کو تحفظ تو دینا پڑے گا۔ ورنہ وہ ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہوں گے۔ یہ تجربہ ہر جگہ ہے۔ یہ سعودی عرب، عمان، ایران، Scandinavian countries اور مختلف جگہوں پر ہے۔ ہمیں یہ چیزیں سوچنی چاہیں اور اس طرح کے اقدامات کرنے چاہیں کہ social issue کو ہم address کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ میاں رضا ربانی صاحب۔

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I have a point of order if you would allow me

اگر کہیں تو بعد میں کر لوں گا۔

جناب چیئرمین: بعد میں کر لیں because we have already taken up this resolution اگر اس پر کوئی بات کرنا چاہتا ہے تو بات کرے۔ جی ڈاکٹر سعیدہ اقبال صاحبہ۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: شکریہ جناب! خواجہ صاحب بہت اچھے مقصد کے تحت ایک resolution پیش کیا ہے مگر جب وہ اس کی تفصیلات کی طرف گئے تو اس میں وہ یتیم بچوں، دہشت گردی کے شکار بچوں کو لے آئے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ پاکستان بیت المال نے ایک سلسلہ شروع کیا ہوا ہے Pakistan Sweet Home کے نام سے۔ اس میں یتیم یا ایسے ضرورت مند بچے جنہیں ماں باپ نہیں پال سکتے یا دہشت گردی کا شکار بچوں کو لیا جاتا ہے۔ ان کو بہت اچھے طریقے سے بیت المال میں لا رہے ہیں تو اگر خواجہ صاحب کی resolution کو ہم اس طرف لے جائیں کہ یہ بچے، جن کی بات یہ کر رہے ہیں، وہ بھی بہر حال ضرورت مند بچے ہوتے ہیں اور یتیم بچوں کی سی ان کی بات ہوتی ہے۔ اگر ان Sweet Homes کی تعداد بڑھائی جائے اور ان میں سہولیات بڑھائی جائیں اور ان میں ان کو adjust کیا جائے تو زیادہ اچھی بات ہو گی۔ شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ سحر کامران صاحبہ۔

سینیٹر سحر کامران: میں resolution کی حمایت کرتی ہوں لیکن میں اس سلسلے میں سب سے پہلے compliment پیش کرنا چاہتی ہوں اپنی شہید بی بی کو جو نہ صرف بے سہارا اور لاوارث بچوں کی خود کفالت کرتی تھیں بلکہ اس سلسلے میں انہوں نے پارٹی کے بہت سے کارکنوں اور لیڈروں کو فعال رکھا تھا۔ یہ ان کی personal priorities میں سے ایک بات تھی۔ وہ اکثر اس بات کا احساس دلاتی تھیں کہ اس کا ہم پر اتنا بوجھ نہیں پڑتا لیکن ان بچوں کو صحیح ڈگر پر ڈالنا، ان کی تعلیم بھی معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ پاکستانی معاشرے کا ایک شہری ہونے کی وجہ سے یہ فرض ہم پر لاگو ہوتا ہے۔ میں اس سلسلے میں بیت المال کے کردار کو بھی tribute پیش کرنا چاہوں گی، بیت المال نہ صرف لاوارث بچوں بلکہ special بچوں کی بھی کفالت اور تعلیم و تربیت کر رہا ہے اور ان کو معاشرے کا کارآمد شہری بنانے کے سلسلے میں جو کاوشیں کر رہا ہے ان کو compliment کرنا چاہیے۔ یہ حقیقت ہے کہ لاوارث، یتیم اور ایسے بچے جن کو کوئی own نہیں کرتا اور ہمیں ان کو street child بننے سے روکنا ہے تو ایسی resolution جس کے ذریعے باقاعدہ legislation ہو سکے اور ان بچوں کی کفالت، تعلیم اور welfare mandatory ہو سکے، میں اس کی حمایت کرتی ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب حمزہ صاحب۔

سینیٹر حمزہ: جناب کریم خواجہ صاحب نے بہت اچھی قرارداد پیش کی ہے اور جو بچہ دنیا میں آتا ہے اور خصوصاً ایسا بچہ جس کے والدین کا پتا ہی نہ ہو وہ تو پیدائش کے وقت ہی سے مظلوم ہوتا ہے۔ میں نے اخبارات میں دیکھا ہے کہ کراچی اور دوسرے علاقوں میں ایدھی کا ادارہ ایسے بچوں کو own کرتا ہے اور پھر ان کو پالتا ہے، یہ کیفیت کراچی میں ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے بچوں کی پرورش، تربیت کرنا اور ان کو اچھے انسان بنانا بہت نیکی اور بھلائی کا کام ہے۔ ابھی بتایا گیا ہے کہ سعودی عرب یا Scandinavian ممالک میں ایسے بچوں کی دیکھ بھال اور پالنے پوسنے کے انتظامات ہوتے ہیں۔ دوسرے ممالک میں جو کچھ کیا جاتا ہے، ہمیں ان تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور پاکستان میں ایسے بچوں کے لیے خصوصی انتظامات کرنے چاہییں۔ کسی بچے کے والدین کا علم نہیں ہے تو وہ بچہ تو مظلوم ہے، اس کا کوئی قصور نہیں ہے اور جو بچہ ماں باپ کی شفقت سے محروم ہو گیا، معاشرے کو چاہیے کہ اس کو ماں باپ کی جگہ پر قبول کر کے اپنے پاس رکھیں۔ ماں باپ بچوں کے

لیے جو کچھ کرتے ہیں، وہی سب کچھ معاشرے اور ملک کو کرنا چاہیے۔ ہمارے ہاں جو فلاح و بہبود کے ادارے ہیں، ان کو اس سلسلے میں دلچسپی لینی چاہیے اور اس کے لیے ایک خصوصی ادارہ بھی بنایا جائے اور اس کے لیے بجٹ میں گنجائش رکھی جائے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ بے نظیر صاحبہ اس میں دلچسپی رکھتی تھیں تو ان کے خیالات بہت اچھے تھے اور ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہمیں عملی اور مثبت اقدامات کرنے چاہییں۔

جناب چیئرمین: کامل علی آغا صاحب۔

سینیٹر کامل علی آغا: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں ڈاکٹر کریم خواجہ صاحب کو appreciate کرتا ہوں۔ آج ایجنڈے پر ان کے دونوں resolutions قابل تعریف ہیں۔ As a parliamentarian اور عوامی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم معاشی مسائل کے متعلق بھی سوچیں اور ان کا حل نکالیں۔ جناب چیئرمین! لاوارث بچوں میں وہ بچے بھی شامل ہیں جو عمومی طور پر گلیوں سڑکوں پر بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ پاکستان میں باقاعدہ ایسے گروہ ہیں جو یہ کاروبار کرتے ہیں۔ وہ لاوارث اور اپنے بچوں کے ہاتھ پاؤں توڑ کر ان کو معذور بنا کر ان سے بھیک منگواتے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہم یورپ اور دوسرے ملکوں کی بہت مثالیں دیتے ہیں کہ وہاں یہ ہوا، پاکستان میں پنجاب میں باقاعدہ قانون سازی کر کے بیس کے قریب gangs پکڑے گئے جن کے پاس سینکڑوں بچے تھے۔ انہوں نے ان کو معذور کیا تھا اور ان سے بھیک منگواتے تھے۔ پنجاب اسمبلی میں قانون سازی کے بعد ادارے تشکیل دیے گئے۔ آج بھی لاہور میں ایک ادارہ ایسا ہے، جس میں سینکڑوں بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ وہ بچے ہیں جو شروع میں اسکول اور ہوسٹل سے بھاگ کر گھر چلے جاتے تھے لیکن اب اگر ان کے ماں باپ ان کو لے جانا چاہیں تو وہ جانا نہیں چاہتے۔ وہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ان کو uniform خوراک اور رہائش ملتی ہے۔ یہ پرویز الٰہی کے دور میں قانون سازی کے ذریعے پنجاب میں کیا گیا۔ اس precedent کو تمام صوبوں میں شروع کیا جانا چاہیے اور پنجاب کے تمام اضلاع میں یہ ادارے قائم کرنے چاہییں۔ اسلام آباد میں بھی اسی قانون سازی کے ذریعے یہ ادارے قائم کیے جانے چاہییں اور یہ سرکار کی ذمہ داری ہے جیسا کہ میاں رضا ربانی صاحب نے Constitution اور قائد اعظمؒ کی تقریر کا حوالہ بھی دیا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ان تمام لاوارث بچوں

کو جو کسی طور پر جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں، بھیک مانگ رہے ہیں یا ان کو اپنے مستقبل کا پتا نہیں ہے، ان کی سرپرستی کرے۔ حکومت کو یہ ادارے بذریعہ قانون سازی قائم کرنے چاہییں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ حافظ حمد اللہ صاحب۔

سینیٹر حافظ حمد اللہ: شکریہ جناب چیئرمین! بہت دکھ کی بات ہے کہ ہم بہت ترقی کر رہے ہیں اور وہ اس بنیاد پر کہ جو روش اور رویہ مغرب کا ہے، ہم وہ اپنا رہے ہیں۔ اگر لاوارث بچوں کی بات ہے تو پھر یہ ہونا چاہیے کہ پیدا کرنے والوں کو الٹا لٹکا دیں۔ آئین اور قانون کے مطابق ان کے خلاف کیوں کارروائی نہیں ہوتی؟ اگر شادی شدہ یہ کر رہے ہیں تو ان کو سنگسار ہونا چاہیے اور اگر غیر شادی شدہ یہ کر رہے ہیں تو ان کو کوڑے لگنے چاہییں، یہ سلسلہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ دوسرا یہ کہا گیا ہے کہ بوڑھے، مرد ہوں یا عورت، ان کے لیے shelter houses ہونے چاہییں۔ یہاں جتنے بھی لوگ بیٹھے ہیں، مرد ہوں یا عورت، کیا وہ یہ برداشت کر سکتے ہیں کہ ستر سال کے بعد ان کا بیٹا انہیں گھر سے نکال کر shelter house میں ڈال دے؟ کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر آج اس ایوان میں یہ قرارداد pass ہوتی ہے تو پیپلز پارٹی اس گناہ میں شریک ہو جائے گی اور اس وقت تک، جب تک وہ سیاست کرتی رہے گی کیونکہ۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: حمد اللہ صاحب! یہ resolution pass ہو چکا ہے، وہ تو اب ہاؤس کے سامنے پیش ہو چکا ہے۔

سینیٹر حمد اللہ: جناب چیئرمین! مجھے نہیں معلوم اور اگر pass ہوا بھی ہے تو ایوان نے بہت بڑا جرم اور زیادتی کی ہے۔ میں بحیثیت باپ یہ عرض کرتا ہوں کہ کیا آپ برداشت کر سکتے ہیں کہ آپ اپنی پوری زندگی اپنے بچوں کے لیے serve کر رہے ہیں، ان کے لیے دولت کما رہے ہیں تعلیم، تربیت اور صحت سب کچھ انہیں دے رہے ہیں لیکن جب آپ بہو اور بیٹے کے لیے دردِ سر بن جاتے ہیں تو وہ آپ کو shelter میں بھیج دیتے ہیں اور پھر آپ کو دیکھتے بھی نہیں ہیں۔ کیا یہ اسلام اور آئین کے مطابق ہے؟ آئین جو اس ریاست کی مذہبی شناخت ہے، کیا وہ ہمیں اس چیز کی اجازت دیتا ہے؟ جس آئین میں لکھا ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف کسی بھی قسم کی قانون سازی نہیں ہو گی، جب قانون سازی نہیں ہو گی تو اس پر بات بھی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ بوڑھے مرد یا عورت کے نام پر shelter کھولنا ایک ناجائز اقدام ہے، یہ مستقبل میں ماں اور باپ کے ساتھ جو ناروا سلوک ہو گا اس کے

لیے ایک مضموم اقدام ہو گا۔ یہ تحریک خواہ منظور ہوئی ہے یا نہیں، جمیعت علماء اسلام اس تحریک کی بھرپور مخالفت کرے گی، یہ پوری قوم کے ساتھ زیادتی ہو گی، ماں باپ کے ساتھ زیادتی ہو گی اور اگر لاوارث کی بات ہے تو جو غلط کام کرنے والے ہیں ان پر پابندی لگائیں، جو اڈے بنے ہوئے ہیں ان اڈوں کے خلاف کارروائی کریں۔ آپ مختلف T.V. channels پر دیکھتے ہیں کہ کیا نہیں ہوتا۔

جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آپ جو اپنے آپ کے لیے پسند کرتے ہیں، وہ دوسروں کے لیے بھی پسند کریں۔ میں، آپ، راجہ ظفر الحق صاحب، سردار ذوالفقار کھوسہ صاحب ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارا بیٹا 80 سال کے بعد ہمیں shelter میں بھجوا دے اور پھر پوچھے بھی نہیں، جب ہم اپنے آپ کو اپنے بیٹوں کے ہاتھوں یہ برداشت نہیں کر سکتے تو پھر یہ دوسروں کے لیے کیوں۔ اس تحریک پر جس نے جتنے بھی دلائل دیئے ہیں وہ غلط ہیں، جمعیت علماء اسلام اس کی بھرپور مخالفت کرے گی۔ اسلامی نظریاتی کونسل باقاعدہ ایک آزاد ادارہ ہے، اس سلسلے میں آپ ان سے تجاویز اور سفارشات طلب کریں، اگر ہمیں ماں باپ اور لاوارثوں کی بہت فکر ہے اور بوڑھوں کے لیے بہت درد ہے تو ان کے لیے گھر پر وظیفہ مقرر کریں۔ ہم صرف اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے قرارداد pass کی اور وہ headline بن جائے گی تو پھر جس کو یہ قرارداد pass کرنے کا شوق ہے تو وہ اسے مبارک ہو۔

جناب چیئرمین: بابر اعوان صاحب۔

Senator Zaheer–ud–Din Babar Awan: بسم اللہ الرحمن الرحیم Thank you Mr. Chairman. I support this resolution and say the following.

1. Unknown parentage for the children is a long outstanding issue in Pakistan

اور اس کے لیے جو اقدامات کرنے پڑیں گے، other than this one step which is a good step, I think those should be noted by the House.

جناب چیئرمین! سب سے پہلے پاکستان کے citizenship act میں ایک ترمیم کرنا ہو گی اور اس ترمیم کے ذریعے سے پاکستان کی ریاست ان لوگوں کو state identity provide کرے جو لفظ children of unknown parentage اس resolution میں استعمال کیا گیا ہے، یہ نرم لفظ

ہے، یہی ہونا چاہیے تھااور جب تک کسی کے پاس parentage کا ثبوت ہے تو unfortunately under the NADRA Act “The person cannot be registered as a Pakistani”. May be he or she is born on the land of Pakistan and may be in fact he or she belongs to this country and this great nation. He cannot be registered in Pakistan as a citizen. So, the third which needs to be done is Registration Act کے میں بھی آپ کو ایک ترمیم لانا ہو گی اور اگر اس ترمیم کے ذریعے بہت seriously نہ لیا گیا تو اس معاشرے میں ایسے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے and I am thankful to the media that they keep on showing these programmes and some very good documentaries recently I have seen اور Registration Act میں بھی ترمیم لانا ہوگا۔

اس کے بعد perpetual search unit تشکیل دینا چاہیے، جو عام قوانین ہیں ان کے لیے فوجداری ضابطے میں یہ provision موجود ہے کہ اگر کوئی جرم ہو جائے اور جرم trace نہ ہو تو پھر perpetual یعنی تاحیات سارے وقتوں کے لیے ایک warrant issue کیا جاتا ہے کہ اس کو تلاش کیا جائے کہ جس نے یہ جرم سرزد کیا ہے اور یہاں پر till the parents are found perpetual search ہونا چاہیے اور اس کا ایک unit قائم کیا جانا بہت ضروری ہے،

The least said is better and I think that at least this would be a first step if ever taken in this country in pursuance of this resolution and I am sure that this is the resolution at least which will be taken very seriously by all concerned. Thank you.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ۔ جناب چیئرمین! کریم خواجہ صاحب نے ایک ایسے issue کی طرف توجہ دلائی ہے جو کہ اس معاشرے کے لیے بہت ضروری ہے۔ جب سرکار دو جہاں ﷺ اس جہاں میں تشریف لائے تو آپ کی آمد سے پہلے ہی آپ ﷺ کے والد اور کچھ عرصے بعد آپ کی والدہ اس جہاں فانی سے چلے گئے۔ آپ ﷺ بہت زیادہ یتیموں، غریبوں اور لاوارث بچوں کے ساتھ شفقت فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ یتیم کا ہم پر بہت زیادہ حق ہے۔ حمد اللہ صاحب نے بڑی اچھی بات کی ہے کہ ہم ایک اسلامی معاشرے میں رہ رہے ہیں، یہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا، یقیناً اس میں

اچھے ادارے بننے چاہییں، قانون سازی ہونی چاہیے۔ وہ بچے جن کو معاشرہ قبول نہیں کرتا ان کا اس دنیا میں آنے کا کوئی قصور نہیں، مگر میں سمجھتی ہوں کہ یتیم بچوں کی کفالت کرنا ہر شخص کا فرض ہے۔

جناب چیئرمین! یہاں Sweet Home کے نام سے زمرد خان صاحب نے بہت کام کیا ہے، SOS ایک ادارہ ہے، وہ بھی بہت سے یتیم بچوں کی بڑی اچھی تربیت کر رہا ہے، ان کے بچے اچھے اداروں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ ہمیں قانون سازی کس چیز پر کرنی چاہیے، کیا اس چیز پر کہ یتیم بچوں کے لیے ہم کوئی Sweet Homes یا shelters بنائیں، ان بچوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری کس کی ہے، اگر اس کے ماں باپ زندہ ہیں تو ان کی ذمہ داری ہے۔ آپ دور نہ جائیے، اسلام آباد میں دیکھئیے کہ کئی بچے سڑکوں پر ہوتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں قرآن پاک کی آیتیں ہوتی ہیں، پنج سورہ ہوتی ہے، تسبیح یا قلم وغیرہ ہوتے ہیں، وہ بیچ رہے ہوتے ہیں، کچھ بچے اور عورتیں وغیرہ گاڑی کا دروازہ صاف کرنے کے بہانے پیسے مانگ رہے ہوتے ہیں، ان کو باقاعدہ follow up کیا جاتا ہے اور انہیں trained کیا جاتا ہے، ان کے باقاعدہ sectors ہیں اور کسی دوسرے کو اجازت نہیں ہوتی کہ ان کے sectors میں کوئی اور بیٹھے۔ ایک دفعہ بہت سردی میں، میں اور میری niece نے ایک ایسے ہی بچے کو دیکھا جو ننگے پاؤں بغیر قمیض کے بارش میں کھڑا ہوا پیسے مانگ رہا تھا، ہم نے پہلے اسے جیکٹ اتار کر دی کہ اس بچے کو ٹھنڈ نہ لگے اور کچھ پیسے دیئے کہ وہ گرم سوپ وغیرہ پی لے۔ آپ یقین جانیئے کہ جب ہم بازار سے واپس آئے تو دیکھا کہ وہ بچہ دوسرے کنارے پر اسی طرح قمیض اتارے خیرات مانگ رہا تھا۔ یہ ایک ایسا گروہ ہے جس نے اسے ایک پیشہ بنایا ہوا ہے۔ ہمیں ان لوگوں کو بھی منع کرنا چاہیے کہ جو بچوں کو گداگر بنا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں یہ بات بھی ضرور highlight کروں گی کہ ہمیں ان سے ہمدردی ضرور ہونی چاہیے مگر میں سمجھتی ہوں ہمیں دنیا کی مثال سے پہلے اپنی مثال قائم کرنی چاہیے کہ جو دین اسلام نے ہمیں سکھائی ہے کہ ہم خیر خیرات کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، سب سے پہلے ہم ان غرباء کو دیں جو ہمارے قریب ہیں، جو اپنے عزیز و اقارب میں ہیں پہلے ان کی کفالت کریں۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ آپ کئی sweet homes بنالیں shelter homes بنالیں مگر اس پر سخت قانون سازی کی ضرورت ہے اور میں کریم خواجہ صاحب کو یہ کہوں گی کہ اس ایوان کو مل کر اس پر قانون سازی کرنی چاہیے، کیا shelter homes بنا کر لوگوں کو accommodate کرنا چاہیے یا اس پر قانون سازی کرنی چاہیے کہ یہ

جو گروہ بنے ہوئے ہیں ، جنہوں نے کاروبار بنایا ہوا ہے، جو لوگوں کے بچوں کو بھی اٹھا کر لے آتے ہیں اس پر قانون سازی کی سخت ضرورت ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ نثار محمد خان صاحب۔

Azim Khan is the last speaker on this resolution now.

سینیٹر نثار محمد خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! مجھے یاد ہے کہ جب میں نے اپنی پہلی تقریر اس ایوان میں کی تھی اور اس میں بھی میں نے خاص طور پر اسی resolution سے related بات کی تھی اور اگر دیکھا جائے تو ڈاکٹر کریم خواجہ صاحب نے اس مسئلے کو میرے خیال میں سطحی نظر سے پیش کیا تو میں وسیع تر تناظر میں اس بات کو آگے لے کرجانا چاہتا ہوں۔ اصل بات یہی ہے کہ یہ مسئلہ serious یا گھمبیر نہیں ہے۔ میں نے اس سلسلے میں 23/11 کو سوال بھی جمع کیا تھا لیکن اس کا مجھے جواب آیا کہ اس کا ہمارے پاس جواب نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! ایک اندازے کے مطابق ، ایک سروے کے مطابق وہی سات سو پچاس خاندان ،وہی بچے جو دہشت گردی میں مارے گئے ہیں ، ان کا باپ غلط تھا ، ان بچوں کا کیا قصور ہے۔ بچے بچے ہوتے ہیں serious issue وہی ہے اس کی طرف focus کریں۔ آج اگر وہ گندگی کے ڈھیر میں رزق تلاش کر رہے ہیں تو کل بارود کے ڈھیر پر بھی وہی ہوں گے۔ان کے لیے حکومت وقت کیا کر رہی ہے ؟ حکومت کا کیا پلان ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی بات پر focus کریں۔ میرے خیال سے یہ بات بھی اہم ہے لیکن جتنا آنے والا وقت خطرناک ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ باپ کو تو ہم گولی مار سکتے ہیں لیکن دس یا پندرہ سال کے بعد اس بچے کے ساتھ کیا کر رہے ہیں، اس کو کیا دے رہے ہیں۔ جناب والا! میرا خیال یہ ہے کہ اس resolution کے ساتھ ہی بلکہ اس سے serious انداز میں ، جب میں ذاتی طور پر یہ کہہ رہا ہوں کہ ایک سروے کے مطابق سات سو پچاس فیملیز ہیں ، ان بچوں سے آپ کیا توقعات وابستہ کرسکتے ہیں - خدا را! ان کو اپنے گلے سے لگائیں ، یہ ہمارے اور اس قوم کے بچے ہیں - باپ غلط تھا یا ٹھیک تھا وہ ختم ہو گیا لیکن وہ بچے ہمارے اور اس قوم کے بچے ہیں ان پر focus کریں۔ اس سے زیادہ اہم مسئلہ وہی ہے اور سوال کا جواب بھی نہیں آتا لیکن آج مجھے موقع ملا ہے تو میں یہ بات کر رہا ہوں اور میں اس ایوان اور اپنی پارٹی کے توسط سے یہ بات کرتا ہوں کہ خدا را! اس معاملے پر focus کریں، خاص طور پر مالاکنڈ ڈویژن اور فاٹا کی بات کرتا ہوں اور وہ جو سات سو پچاس فیملیز ہیں ان کے لیے کچھ ایسے

اقدامات کریں۔جناب والا! میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں۔ پچھلے کچھ دنوں کی بات ہے مجھے بس اڈے سے فون آیا کہ آپ کہاں پر ہیں، بہرحال ایک خاتون تھی اس سے میری بات ہوئی تو میں نے کہا کہ جی بہن کیا بات ہے تو اس نے کہا کہ میں سوات سے آئی ہوں اور یہاں اڈے میں فلائنگ کوچ والوں کے ساتھ ہوں اور آپ کسی کو بھیج دیں تاکہ ان کو کرایہ دے کیونکہ کرائے کے عوض انہوں نے اس کو بٹھایا ہوا تھا۔آپ اپنے رب پر یقین کریں کہ ان کے ساتھ چھ بچے تھے اور دو کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے، ان کے باپ کو مارا گیا کیونکہ وہ دہشت گرد تھا لیکن ان بچوں کا کیا قصور ہے۔آپ ان کے لیے کیا کر رہے ہیں۔میرا یہ جذباتی انداز نہیں ہے میں کہتا ہوں اس قوم پر آنے والا وقت کیسا ہوگا۔آپ وقتی طور پر اس کا علاج تو تلاش کر رہے ہیں کہ ہم نے دس کو مار دیا، بیس کو مار دیا تو ان بچوں کا کیا ہوگا؟ یہ دہشت گرد نہیں بنیں گے تو کیا بنیں گے؟ میں اس ایوان سے یہ request کرتا ہوں، کہ اس resolution کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ اسی بات پر focus کریں اور اسی پر بحث کی جائے اور میں اس کی تائید کرتا ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ جو بچے already ایسے ہیں جن کا میں ذکر کر رہا ہوں ان کے لیے بھی کچھ اقدامات کیے جائیں۔شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔جی کاظم خان صاحب۔

سینیٹر محمد کاظم خان: شکریہ۔جناب چیئرمین! اصل میں اس پر قانونی اور سیرحاصل بات ہونی چاہیے۔یہاں پر لفظ ہے جو میں پڑھ دیتا ہوں وہ خاص طور پر یہ ہے کہ Establish institute for boarding and lodging the citizens of unknown parentage صرف لفظ لکھا ہے unknown دو تین چیزیں ایوان میں سامنے آئی ہیں، ایک known اور ایک unknown بات اصل میں لمبی نہیں ہے اگر in broader sense دیکھا جائے تو اس میں بابر اعوان صاحب نے رجسٹریشن کے متعلق کہا کہ نہیں ہوسکتی۔اگر ہم یورپ چلے جائیں یا اس طرف چلے جائیں تو ماں کے نام سے وہاں پر رجسٹریشن ہوتی ہے، باپ کا نام رجسٹریشن میں نہیں لکھا جاتا گو کہ وہ unknown ہوں Islamic theory جو ہے یا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث ہیں ان میں بھی یہ ہے کہ قیامت والے دن جو بھی پکارا جائے گا ماں کے نام سے پکارا جائے گا۔ایک پردہ رکھا ہے تو اس میں ایک چیز تو بڑی clear ہو جاتی ہے کہ بدنامی اور ناسوری کو ختم کرنے کے لیے ماں کا نام دیا گیا ہے تاکہ ماں کے نام سے پکارا جائے، باپ کے نام سے نہیں۔ایک چیز تو یہ ہوسکتی ہے کہ

رجسٹریشن ہوسکتی ہے اور بھی ماں کے نام سے ہوسکتی ہے تو اس سے رجسٹریشن میں کوئی ابہام یا کمی محسوس نہیں ہوتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر لفظ unknown ہے۔ ابھی ایک point اٹھایا گیا کہ بعض بچے جو bomb blast یا خودکش حملے میں رہ گئے وہ known بچے ہیں ان کی ولدیت کا بھی پتا ہے، والدہ کا بھی پتا ہے کہ فلاں کا بچہ ہے اس لیے اس پر تھوڑی سی discussion ہونے والی ہے۔ آپ اس کو discuss کریں کیونکہ unknown اور known دونوں بچے آجاتے ہیں تو اس کو ملائیں نہیں، ان کو علیحدہ علیحدہ رکھنے دیں وگرنہ اس سے ابہام پیدا ہوگا کہ یہ بچے کون ہیں۔جناب چیئرمین! میری submission یہ ہے کہ اس کو deeply دیکھا جائے کیونکہ یہ چیز جو ہے یا یہ resolution کوئی عام نہیں ہے۔جیسے ایک بچہ unknown ہے کہ جس کا پتا ہی نہیں ہے کہ والدین کون ہیں، مطلب ناجائز اولاد ہے ان کے لیے شیلٹر ہونا چاہیے۔ ایک known بچے ہیں جن کے والدین مارے گئے اور وہ دربدر دھکے کھا رہے ہیں ان دونوں میں بڑی تفریق ہے جس کو کہتے ہیں ایک line ہے اس resolution کو علیحدہ کرکے دیکھا جائے اور اس پر بحث کی جائے تاکہ یہ باقاعدہ طور پر sort out ہوجائے۔

Mr. Chairman: Kazim Khan *Sahib*, you could have moved an amendment to this resolution because it confines only to unknown orphan

جو بچے ہیں ان کے بارے میں تو

if you have suggested, you can have a word with Dr. *Sahib* and if you want to amend the resolution, you can discuss with him

حاجی عدیل صاحب! آپ بھی اس resolution پر بات کرنا چاہتے ہیں یا کوئی point of order ہے۔میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ آپ اس resolution پر بات کرلیں تاکہ اس کو conclude کرلیں۔we will have point of order then. جی حاجی صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! میں زیادہ وقت نہیں لیتا ہوں۔ جو بحث ہو رہی ہے اردو کا لفظ جو لاوارث ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کے باپ کا پتا نہیں ہے یا اس کی ماں کا پتا نہیں ہے۔ہوسکتا ہے کہ ماں باپ تھے اور مرگئے تو اس کا ابھی وارث کوئی نہیں ہے جو اس کو سنبھالے، اس کے اخراجات برداشت کرے۔ اس کا انگریزی میں ترجمہ unknown کیا گیا ہے، میرے خیال میں

اگر یہ قرارداد اردو میں داخل ہوئی ہے تو لاوارث اور unknown میں بڑا فرق ہے۔ لاوارث وہ شخص ہوتا ہے جس اولاد کو ماں باپ چھوڑ دیں، اس کی دیکھ بھال نہ کریں تو وہ لاوارث کہلاتا ہے کہ جی اس کی کوئی اولاد ہی نہیں ہے۔ اسی طرح بچوں کے بھی صحیح ماں باپ ہوتے ہیں لیکن ان کی دیکھ بھال نہیں کرتے یا کسی ایکسیڈنٹ میں مرجاتے ہیں تو وہ بچے لاوارث کہلاتے ہیں لیکن جو یہاں ترجمہ کیا گیا ہے unknown parentage وہ بچے جن کی ولدیت کا پتا نہیں ہے۔ اس کے لیے کاظم صاحب نے ایک بڑی اچھی تجویز دی ہے کہ ہمارے ناموں کے ساتھ ولدیت کی بجائے ماں کا نام لکھا جائے۔ یہ سب کے لیے ہونا چاہیے لیکن اگر ان بچوں کی ولدیت میں صرف ماں کا حوالہ دیں اور دوسروں کے لیے نہ دیں تو خود بخود پتا چل جائے گا کہ یہ مخصوص بچے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ہم باپ کی ولدیت لکھتے ہیں تو جن بچوں کے باپ نہیں ہیں یا ان کو علم نہیں کہ ان کا باپ کون ہے تو ان کو اختیار دیں کہ اپنے باپ کے نام کے طور پر ایک فرضی نام وہ خود رکھیں جو ان کو پسند ہو اور وہ رجسٹر ہو جائے۔

جناب چیئرمین: ابھی تو رجسٹریشن کی بات نہیں ہو رہی۔ ابھی تو ان کے لیے shelter اور جگہ کی بات ہو رہی ہے۔ حاجی صاحب! میں آپ سے agree کرتا ہوں کہ آپ نے جو کہا، بالکل correct کہا کہ اس کا جو انگلش میں ترجمہ "unknown parentage" کیا گیا ہے، تو یہ ولدیت کے حوالے سے بات ہے لیکن جو آپ بات کر رہے ہیں 'لاوارث' ہونے کی، تو یتیم بچوں کے لیے بھی shelter کی بات ہونی چاہیے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: 'لاوارث' یتیم ہوسکتا ہے، جیسے نثار صاحب نے کہا کسی دہشت گرد کے بچے بھی ہمارے ہی بچے ہیں۔

جناب چیئرمین: ظاہر ہے اس کی parentage تو ہوگی۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: ان بچوں کو ہم look after کریں۔ بچے جو لاوارث ہیں، یتیم ہیں، بے سہارا ہیں، وہ تمام اسی ضمن میں آتے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب حمزہ صاحب۔

سینیٹر حمزہ: جناب چیئرمین! معزز اراکین اس resolution پر گفتگو کرتے ہوئے اصل جو resolution ہے unknown parentage کے بارے میں، اس کو ذہن میں رکھیں۔ کسی بچے کے

لاوارث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ماں باپ کا علم ہے اور وہ بے سہارا ہے لیکن ایک دوسرا بچہ جس کے والدین کا پتا ہی نہیں، کئی بار کراچی میں اور دوسرے شہروں میں، بعض بچوں کو پیدا ہونے کے بعد کوڑے کے ڈھیر پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ میں نے جیسے اپنی معروضات میں عرض کیا تھا کہ ایدھی ویلفیئر والے ان بچوں کو اٹھاتے ہیں، اپناتے ہیں اور ان کو پالتے پوستے ہیں، یہ resolution ان سے متعلق ہے۔

Mr. Chairman: Hamza *sahib*, I agree with you.

سینیٹر حمزہ: اعوان صاحب نے جیسے فرمایا ہے کہ جن کے parentage کا پتا ہی نہیں ہے، یہاں ان کو identity card بھی جاری نہیں ہوسکتا، یہ ایسا مسئلہ ہے جسے قومی سطح پر اٹھانا چاہیے۔ اگر ہمارے آئین یا قوانین میں کوئی نقص یا سقم ہے، اس کو دور کرنا چاہیے۔ جو بچے اس دنیا میں آگئے ہیں، وہ آگئے ہیں، ان کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ سوسائٹی کو چاہیے کہ ان کو اپنائے اور ان کی ضروریات کا خیال رکھے۔

Mr. Chairman: Ok, I agree. I think this resolution should be reformulated. It will be further discussed in the House. As the honourable members gave their input and observations, so I feel this should be reformulated and it should be brought before the House again. The members who want to give amendments, they can also give.

Now, I move to Item No.12. It stands in the name of Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi. He is not present, so the item is dropped. Now Haji Adeel *sahib* on point of order.

POINT OF ORDER

Admissibility of Adjournment Motion Concerning Governor Punjab's Statement Against 18th Amendment

سینیٹر حاجی محمد عدیل: چیئرمین صاحب! میں آپ کا مشکور ہوں۔ میں نے، زاہد خان صاحب نے، افراسیاب خٹک صاحب نے اور حاصل بزنجو صاحب نے ایک adjournment motion داخل کی تھی اور ہمارا یہ خیال تھا کہ آج کے ایجنڈے میں شامل ہو گی۔ معاملہ یہ تھا کہ ہمارے

ایک معزز ساتھی میاں رضا ربانی صاحب کے خلاف اور اٹھارھویں ترمیم کے خلاف، گورنر پنجاب جناب لطیف کھوسہ صاحب نے بہت غیر ذمہ دارانہ بات کی۔ اخباروں میں جو بات آئی، اس کی تردید بھی نہیں ہو سکی۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ نے اس تحریک کو ایجنڈے میں شامل نہیں کیا، اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ motion بڑے مناسب وقت پر داخل کی گئی تھی اور پھر Private Members Day شاید اس سیشن میں دوبارہ آئے گا بھی نہیں، یا تو آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس معاملے پر بات کریں یا پھر ہمیں کل موقع دیں۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! یہ probably ابھی سیکرٹریٹ کے پاس ہے اور process ہو رہی ہے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: دیکھیں، یہ process کی بات بھی عجیب ہے۔ جہاں جی چاہتا ہے، صبح دیں تو اسی دن بات آجاتی ہے۔

جناب چیئرمین: اس کو process کر لیتے ہیں۔ سیکرٹری صاحب! اس کو put up کریں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: کیا process کرنے کے بعد کل ہمیں موقع دیں گے؟

جناب چیئرمین: نہیں۔ Let that come to my office. مجھے examine کرنے دیں۔ سیکرٹریٹ آپ کا adjournment motion put up کرے گا تو پھر اسے دیکھ لیتے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: یعنی سیکرٹریٹ نے اسے ابھی تک آپ کی خدمت میں بھیجا ہی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: زاہد خان صاحب! اس issue کے سلسلے میں آپ چیمبر میں آجائیں تو we can ask the Secretary also. آپ تشریف لے آئیں۔ ہم آپ کے adjournment motion کو دیکھ لیتے ہیں، سیکرٹری صاحب کو بھی ادھر بلا لیتے ہیں۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: جناب چیئرمین! لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہے کہ آپ گورنر پنجاب کو protect کر رہے ہیں۔

Mr. Chairman: That file has not come to my office so far. This is my categorical statement, that file has not come and it is an accusation by honourable Member against the Chair.

Senator Mir Hasil Khan Bizenjo: We are not accusing you.

Mr. Chairman: Obviously, this is. I have not seen the file so far and straightaway, he is saying that I am protecting the Governor. I am not protecting him. Whatever comes under the law and rules, it will come before the House.

Senator Mir Hasil Khan Bizenjo: Sir, we are not accusing you. Actually case is this that we have submitted an adjournment motion, I am also signatory of that.

آج سے تقریباً آٹھ دن پہلے جب یہ سیشن call بھی نہیں ہوا تھا، اس وقت ہم نے اس motion کو move کیا۔ اتنے دن گزرنے کے بعد بھی وہ motion ایجنڈے پر نہیں آرہی تو خیال یہ ہے کہ اس کو نیچے سے delay کیا جارہا ہے۔ We are not accusing the Chair مگر ہم سمجھتے ہیں کہ اگر یہ delay نہ ہوتی تو آٹھ دن میں اس adjournment motion کو یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔

جناب چیئرمین: بزنجو صاحب! مجھے اسے examine کرلینے دیں کیونکہ President *sahib* نہیں تھے and I was the Acting President. The Acting Chairman was there. ہوسکتا ہے ان کے آفس گیا ہو۔ I did not come to my office. We can discuss these issues in the Chamber. This relates to the Secretariat, we can discuss it over there. آپ تشریف لے آئیں، ہم اسے وہاں discuss کرلیں گے۔

(Interruption)

Mr. Chairman: Haji *sahib*, don't force me in the House. Let me examine the file.

اس کو میں آج دیکھ لیتا ہوں۔ We can ask the Secretary also کہ اس کو expedite کر کے لائیں۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا کہ *sahib* President نہیں تھے

and I was Acting President. The Acting Chairman was there, he might have examined that file. Now. I will examine it. The House stands adjourned to meet again on Wednesday, the 19th December, 2012 at 4:00 pm.

[The House was adjourned to meet again on Wednesday, the 19th December, 2012 at 4:00 pm]